REGD. No. L.5254

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فون نمبر ۹۴

جلد ۴۸/۱۳ | ۱۸ احسان ۱۳۳۸ ہش ۱۸ جون ۱۹۵۹ء | نمبر ۱۴۳

ربوہ میں عید الاضحٰی کی نماز

ربوہ میں عید الاضحٰی کی نماز انشاء اللہ تعالیٰ ۱۸ جون ۱۹۵۹ء بروز جمعرات مسجد مبارک میں ساڑھے سات بجے صبح ادا کی جائے گی۔ احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ سوا سات بجے تک مسجد میں پہونچ جائیں۔ تاکہ نماز میں شریک ہو سکیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کیلئے خاص دُعا کی تحریک

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی ربوہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے الفضل میں روزانہ دعا کی تحریک چھپ رہی ہے۔ اور یہ خاکسار بھی اس تعلق میں کئی تحریکیں کر چکا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ امام کا مقام اور پھر خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مقام تو ایسا ہے کہ احباب جماعت کو کسی قسم کی تحریک کے بغیر ہی دعائیں کرتے رہنا چاہیئے اور میں جانتا ہوں کہ جماعت کے مخلصین کو از خود اس امر کی طرف غیر معمولی توجہ ہے۔ جو خدا کے فضل سے جماعت کے اخلاص اور روحانی زندگی کی علامت ہے۔ لیکن پھر بھی چونکہ قرآن مجید تذکیر یعنے بار بار کی یاد دہانی کا حکم دیتا ہے۔ اس لئے میں اس نوٹ کے ذریعہ اپنے بھائی بہنوں کو پھر اس ضروری امر کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔

دنیاداروں کی نظر میں تو دُعا نعوذ باللہ ایک عبث فعل ہے۔ بلکہ خود مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی دعا کو ایک عبادت سے زیادہ حیثیت نہیں دیتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل جن کے ذریعہ اسلام کا دوبارہ احیاء ہوا ہے۔ ہماری جماعت خدا کے فضل سے اس بات کو اچھی طرح جانتی اور سمجھتی ہے۔ کہ دعا ایک زبردست طاقت ہے۔ جو ایٹم بم سے بھی بڑھ کر زمین و آسمان میں تغیر عظیم پیدا کر سکتی ہے۔ اور کر رہی ہے۔ ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لا یرد القضاء الا الدعاء

"یعنی خدائی قضاء و قدر کو بدلنے کی طاقت دعا کے سوا کسی اور چیز کو حاصل نہیں"۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہام یہی فرمایا ہے کہ (دراصل) جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں۔ خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔ مگر اکثر لوگ دعا کی اصل فلاسفی سے ناواقف ہیں اور نہیں جانتے۔ کہ دعا کے ٹھیک ٹھکانے پر پہونچنے کے واسطے کس قدر توجہ اور محنت درکار ہوتی ہے۔ دراصل دعا کرنا ایک قسم کی موت کا اختیار کرنا ہے"۔

پس میں مخلصین جماعت سے دوبارہ سہ بارہ بلکہ بار بار اپیل کرتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے لئے دعا کرنے میں ہرگز ہرگز سستی اور غفلت سے کام نہ لیں۔ بلکہ اپنی ان روحانی کوششوں کو پہلے سے بھی تیز تر کر دیں۔ حضور کی بیماری جس کے بعض پہلوؤں میں بے شک کسی قدر افاقہ بھی ہے (ابھی تک) کافی تشویشناک ہے بلکہ اس سے زیادہ قابل فکر ہے۔ جو اکثر دوستوں کا خیال ہے۔ بلکہ میرا بعض دفعہ خیال ہوتا ہے۔ کہ اگر ممکن ہو حضور کے علاج کے لئے یورپ سے کوئی ہرٹ اسپیشلسٹ بلایا جائے۔ مگر یہ باتیں کافی غور اور مشورہ چاہتی ہیں اور پھر ہر کام خاص انتظام کے بغیر ممکن بھی نہیں ہوتا۔ لیکن بہرحال جو ہتھیار ہمارے اختیار میں ہے۔ اس کے استعمال میں تو غفلت نہیں ہونی چاہیئے۔ فقط والسلام

خاکسار:- مرزا بشیر احمد ربوہ

۱۶ جون ۱۹۵۹ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

آج صبح طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے عام طور پر بہتر ہے

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب۔ نخلہ

نخلہ ۱۶ جون بوقت ساڑھے دس بجے صبح۔

کل دن بھر حضور اقدس کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے عام طور پر بہتر رہی۔ کبھی کبھی ہلکی گھبراہٹ تھوڑے وقفہ کے لئے ہو جاتی رہی۔ رات نیند خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی آگئی۔ آج صبح طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے عام طور پر بہتر ہے

احباب جماعت خاص درد و الحاح سے اور التزام سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں لگے رہیں۔ تا ہمارا قادر خدا اپنے خاص فضل سے حضور کو تمام عوارض سے کلی شفا عطا فرمائے۔ اور لمبی صحت کی کام والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین

خاکسار:- (ڈاکٹر) مرزا منور احمد

بوقت ۱/۲-۱۰ بجے صبح نخلہ ۱۶ جون ۱۹۵۹ء

شہر سیالکوٹ میں نماز عید الاضحیہ

نماز عید الاضحیہ مورخہ ۱۸ جون ۱۹۵۹ء بروز جمعرات بوقت ۷ بجے صبح جامعہ احمدیہ شہر سیالکوٹ میں پڑھی جائے گی۔ احباب وقت مقررہ سے پہلے تشریف لائیں۔ پابندی وقت لازمی ہوگی۔ عید فنڈ کم از کم ایک روپیہ ہوگا۔ قاسم الدین امیر جماعت سیالکوٹ

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی۔ اے، ایل ایل۔ بی

روزنامہ الفضل ربوہ — مورخہ ۱۸ جون ۱۹۵۹ء

یہ نصیب ... اللہ اکبر

ہر عید الاضحیہ کے موقعہ پر بعض قوم کے بہی خواہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ عید الاضحیہ پر جو بکروں۔ بھیڑوں۔ دنبوں وغیرہ کی قربانی کی جاتی ہے۔ اس سے مسلمانوں کا بہت سا مال یونہی ضائع جاتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ قربانی کی بجائے روپیہ جمع کر لیا جائے اور اس کو کسی قومی ترقی کے کام میں صرف کیا جائے آجکل چونکہ ہر بات کو اقتصادی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے بادی النظر میں سوال اٹھانے والوں کی یہ بات بعض لوگوں کو معقول معلوم ہوتی ہوگی مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کے پیش نظر بھی شائد بعض طبیعتوں کے لئے ایسی بات اثر رکھتی ہے :

ان وجوہات کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے۔ جو غیر شعوری طور پر اس سوال کے پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قربانی بھی آجکل دوسرے شعائر اسلامی کی طرح ایک رسم سی بن کر رہ گئی ہے۔ اور اس میں سوا اس کے کہ چند گھنٹوں کے لئے قربانی دینے والے گھرانے میں رونق ہو جاتی ہے۔ بظاہر شائد اس کا کوئی دینی فائدہ نظر نہیں آتا۔ جس طرح متمول لوگ بیاہ شادی میں یا ختنوں وغیرہ میں رسمی طور پر روپیہ خرچ کرکے چند گھنٹوں کی ہنگامی آرائی کر لیتے ہیں۔ اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اسی طرح عید الاضحیہ کے دن بھی متمول لوگ قربانی کرکے کچھ لطف اٹھا لیتے ہیں :

یہ وجہ بھی بعض دردمند لوگوں کو جو رسومات پر فضول خرچی کو روکنا چاہتے ہیں غیر شعوری طور پر ضرور ہی متاثر کرتی ہے۔ اور وہ اس نہج سے سوچتے ہیں کہ دوسری رسومات کی طرح یہ بھی ایک رسم ہی مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے جس سے مسلمانوں کا بہت سا مال ضائع ہو جاتا ہے یہی مال کسی اچھے کام میں صرف کیا جائے۔ قومی کام نہ سہی بھی کام ہی میں صرف کیا جائے۔ مثلاً بچوں کی تعلیم وغیرہ میں بھی اس مال سے مدد کی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہماری رائے میں یہ آخری وجہ جو متذکرہ بالا سوال اٹھانے کا باعث ہوتی ہے اگرچہ بڑی حد تک غیر شعوری ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسی ہے کہ اس پر غور کرنا چاہیئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قربانی بھی محض ایک رسمی چیز بن گئی ہے۔ اور بعض لوگ اس کو محض نام و نمود کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تو چونکہ یہ بھی ایک رسم ہی ہے جس پر بے فائدہ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اس کو کیوں نہ مٹا دینا چاہیئے۔ اور روپیہ بچا کر ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس حد تک کہ قربانیاں محض ایک رسم کے طور پر دی جاتی ہیں۔ اور ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اور نہ کوئی زندگی کا سبق حاصل کیا جاتا ہے اس لئے ہماری دانست میں بھی واقعی یہ ضیاع مال ہے الّا یہ کہ غربا کو جو پیسے گوشت خرید کر کھانے کی توفیق نہیں رکھتے۔ گوشت مہیّا ہو جاتا ہے۔ اور قربانیوں کی کھالیں بعض جماعتی کاموں میں صرف کر لی جاتی ہیں۔ لہذا اس لحاظ سے جہاں تک اقتصادی اعتراض ہے گو کسی قدر کمزور ضرور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صرف اقتصادی نقطۂ نظر سے بھی اس کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ تاہم اس سے پورا اقتصادی فائدہ نہیں ہوتا۔ جو قربانیوں کا روپیہ کسی قومی کام میں صرف کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر قربانیوں سے محض ایک رسم ادا کرنا مطلوب ہو۔ اور اس سے کوئی دینی استفادہ نہیں کیا جاتا تو بہتر ہے کہ اس رسم کو ترک کر دیا جائے :

اگر اس نہج سے سوچا جائے تو دقت یہ ہے کہ ہمیں تقریباً تمام دینی کاموں کو ترک کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہماری بے حسی اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہمارے تمام دینی کام رسم کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اور ان سے وہ فائدہ نہیں ہو رہا۔ جو ان سے مقصود ہے مثلاً ہمیں نماز روزہ۔ حج وغیرہ اسی وجہ سے سب ترک کر دینے چاہئیں۔ کیونکہ آجکل یہ تمام اعمال بڑی حد تک رسمی بن چکے ہیں اور محض تضییع اوقات و تضییع مال کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ آج ہماری نمازیں تنہا عن الفحشاء کا مقصد پورا نہیں کر رہیں۔ ہمارے حج محض حاجی کہلانے کے لئے ہوتے ہیں۔ روزہ ہم صرف دکھاوے کے لئے رکھتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر حقیقی تقوےٰ نہیں ہوتا اسی طرح زکوٰۃ بھی جو لوگ دیتے ہیں محض ناموری کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ الغرض آج مسلمانوں پر کچھ ایسی تن آسانی اور بے دلی چھائی ہوئی ہے۔ کہ اول تو بہت سے لوگ بنائے اسلام کے ہی تارک ہو چکے ہیں۔ اور جو بظاہر ان کی پابندی کرتے ہیں۔ ان میں سے بھی شاذ و نادر ہی وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ جو ان کی پابندی سے حاصل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سب رسمی بن چکے ہیں۔ لہذا اگر دینی کاموں کے رسمی بن جانے کی وجہ سے ان کو سرے سے ترک کرنے کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ تو کیا بہتر نہیں ہے کہ نہ صرف عید الاضحیہ کی قربانیوں ہی کو ترک کر دیا جائے بلکہ پنج بنائے اسلام سے ہی ہاتھ اٹھا لیا جائے اور دین سے کلی طور پر فارغ ہو کر لادینی دنیا کے ساتھ دنیا کمانے کی دوڑ میں پیش پیش ہو کر آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے اور مزے کی زندگی بسر کی جائے

جو لوگ قربانیوں کے بارے میں محض اقتصادی مفاد کے نقطۂ نظر سے غور کرتے ہیں۔ اس غور کا آخری نتیجہ لازماً یہی ہو سکتا ہے اگر دنیا میں اقتصادیات کے سوا اب کچھ باقی نہیں رہا۔ تو جب ان دینی اعمال سے جو اب محض رسمی بن چکے ہیں۔ ہماری اقتصادی پوزیشن مجروح ہوتی ہے۔ اور اقوام عالم میں ہمارا وقار قائم نہیں رہتا نہ ہمارا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اسلام کا پیچھا چھوڑیں اور دنیا کے ساتھ گھل مل جائیں۔

اس طرح سوال صرف عید الاضحیہ پر قربانیوں کا نہیں رہتا بلکہ اسلام اور غیر اسلام کا بن جاتا ہے اس لئے ہم ان لوگوں سے جو ترک قربانی کے حامی ہیں بجا طور پر یہ سوال پوچھ سکتے ہیں کہ کیا وہ اس مسئلہ پر اسلام کے اندر رہ کر سوچنا چاہتے ہیں۔ اور اس سے باہر نکل جانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔

یہ سوال دراصل تمام ان لوگوں سے پوچھنے کا ہے جو اسلام کے اندر رہنا چاہتے ہیں اور عید الاضحیہ کی قربانیاں دینا ضروری سمجھتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا آپ ان قربانیوں کے صحیح مفہوم کو سمجھتے ہیں یا محض رسمی طور پر یا محض ایک دن گوشت کھانے کھلانے کے لئے قربانیاں دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کی یہی غرض ہے۔ تو اس کو اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مجھے قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ بلکہ تقوےٰ پہنچتا ہے۔ اس لئے ہمیں سوچنا چاہیئے کہ عید الاضحیہ کی قربانیوں کی حقیقی غرض کیا ہے :

آپ سب جانتے ہیں کہ عید الاضحیہ ابو الانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے حرم حضرت ہاجرہ اور آپ کے پسر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم الشان قربانیوں یعنے دین کی خدمت کے لئے ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کرنے کے عزم کی یادگار میں قائم کی جاتی ہے۔ اور ہم جو قربانیاں دیتے ہیں۔ اسی عظیم الشان قربانی کی یاد کے لئے دیتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ قربانیاں ہم کو یاد دلاتی ہیں۔ کہ بطور ایک مسلمان کے ہمارے فرائض کیا ہیں۔ ہمارے فرائض بھی وہی ہیں۔ جو ان مقدس باپ ماں اور بیٹے نے خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرکے اپنا اسوۂ حسنہ سے واضح کئے ہیں

(باقی دیکھیے صفحہ پر)

پھر چراغ اپنے جلا لو انہی پروانوں سے

ساقیا دیتا ہے کیا ناپ کے پیمانوں سے
ہم کو جو سیر نہیں ہوتے خمستانوں سے ؟

شعلہ سال نکلے ہیں پھر بوذر و سلمان و بلال
پھر چراغ اپنے جلا لو انہی پروانوں سے

پھر حرم کرتے ہیں تعمیر خلیل ابن خلیل
چیخ پھر اٹھتی ہے نمرود کے بتخانوں سے

کس مؤذن نے بیابانوں میں پھر دی ہے اذاں
کنگرے گر پڑے کسراؤں کے ایوانوں سے

اس لئے آئی ہے پھر عید اضحیہ تنویر
پھر ذبیح اور خلیل اٹھیں مسلمانوں سے

تنویر

مصائب میں صبر کا کامل نمونہ

(رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی)

دنیا دارالابتلاء ہے جس میں انسان کے لئے مختلف قسم کے ابتلا اور امتحان اور مصائب اور حوادث پیش آتے رہتے ہیں۔ اور کوئی انسان بھی ان مصائب سے مستثنیٰ نہیں بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ مصائب کا نشانہ انبیاء کی مقدس جماعت بنتی ہے کیونکہ خدا ان کے ذریعہ مومنوں میں اخلاق کی پختگی پیدا کرنا اور صبر و رضا کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ اور پھر جو لوگ صبر کرتے ہیں وہی خدا کی طرف سے خاص رحمتوں اور برکتوں کے وارث بنتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموالِ والانفسِ والثمراتِ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئك علیھم صلوٰتٌ من ربھم ورحمةٌ واولئك ھم المھتدون۔

یعنی ہم تمہیں اس دنیا کی زندگی میں بعض امتحانوں میں ڈالیں گے۔ تم پر کبھی کبھی خوف و ہراس کی حالت پیدا ہوگی اور کبھی تمہیں بھوک اور تنگی ستائے گی۔ اور کبھی تمہارے اموال کا نقصان ہوگا۔ اور کبھی جانیں ضائع جائیں گی۔ اور کبھی تم اپنی محنتوں کے پھل سے محرومی دیکھو گے۔ پھر جو لوگ ان حالات میں صبر اور رضا بالقضاء سے کام لیں گے۔ انہیں اے رسول تو ہماری طرف سے بشارت دے۔ ہاں وہی صبر کرنے والے کہ جب انہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سب خدا کے بندے ہیں۔ جو چیز وہ دیتا ہے اور

جو چیز وہ لیتا ہے وہ سب خدا کی ہے اور اسی کی طرف ہم نے اپنی اخروی زندگی کے لئے لوٹ کر جانا ہے'، یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی برکتیں اور رحمتیں ہونگی اور یہی لوگ زندگی کے صحیح معیار اور ہدایت پر قائم ہیں۔"

یہ لطیف اور جامع آیت صبر و رضا کے متعلق اسلامی تعلیم کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس میں تین اصولی باتوں کی تعلیم دی گئی ہے اوّل یہ کہ دنیا میں انسان کو مختلف قسم کے مصائب پیش آنے ضروری ہیں جو انسانی اخلاق کی تکمیل اور اخلاقی کی پختگی کے لئے ضروری ہے جیسا کہ لفظ لنبلونکم میں اشارہ کیا گیا ہے پس ہر مومن کو اس قسم کے مصائب کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ دوسرے اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی مصیبت پیش آئے تو اسے جزع فزع یا خدا کی تقدیر پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے کی بجائے کامل صبر اور رضا کے مقام پر قائم رہنا چاہیئے۔ اور اس کی زبان پر اور اس کے دل میں اس ابدی حقیقت کے سوا کوئی بات نہیں آنی چاہیئے کہ جو خدا نے لیا وہ اسی کا تھا اور جو خدا دے گا وہ بھی اسی کا ہوگا۔ اور ہم سب نے بالآخر اسی کے پاس جمع ہونا ہے تیسرے اس آیت میں یہ عظیم الشان بشارت دی گئی ہے کہ مومنوں کا صبر ہرگز ضائع نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ خدا کی طرف سے بے شمار رحمتیں اور بے شمار برکتیں پائیں گے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی رضا کے مطابق صحیح ہدایت اور صحیح مقام پر قائم ہیں۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ان اللہ مع الصابرین یعنی صبر کرنے والوں کا سب سے بڑا اجر یہ ہے کہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جو صبر کریں گے۔ اور خدا کی رفاقت اور اسکی حفاظت سے بڑھ کر کس کی رفاقت اور کس کی حفاظت ہو سکتی ہے؟ کیا صبر کے متعلق اس سے بڑھ کر تفصیلی اور جامع

ہدایت کسی اور مذہب نے دی ہے یا دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

یہ اسی پاک تعلیم کا اثر تھا کہ ہمارے آقا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکلوتے بچے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر جو آپکی عمر کے آخری حصہ میں واقع ہوئی تھی۔ جسکے بعد آپکو کسی اور نرینہ اولاد کی امید نہیں تھی۔ وہ عظیم الشان الفاظ فرمائے۔ جو رہتی دنیا تک صبر اور رضا بالقضاء کا بہترین نمونہ رہیں گے آپ نے فرمایا:۔

العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الا ما یرضیٰ ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون۔

" یعنی ہماری آنکھ اپنے پیارے بچے کی وفات پر آنسو بہاتی ہے اور دل غم محسوس کرتا ہے۔ مگر ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ جس بات میں خدا راضی ہے، اسی میں ہم راضی ہیں اور ہم خدا کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق ہر حال میں صابر و شاکر ہیں ہاں بچہ کی جدائی کا غم ہمیں ضرور ہے اور وہ انسان کی فطری محبت اور فطری شفقت کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔"

اب دیکھو اور غور کرو کہ ہمارے مقدس رسول (فداہ نفسی) نے ہمیں جو تعلیم خدائے عرش سے علم پاکر قرآن کے ذریعہ دی تھی۔ اس کا آپ نے خود کیا اعلیٰ اور کیا مکمل نمونہ پیش کیا ہے!!! فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنے بچے ابراہیم کی وفات کا غم تو ہے۔ اور بہت ہے جو ایک طبعی اور فطری امر ہے اس غم کو میرا دل محسوس کرتا ہے اور میری آنکھ آنسوؤں کے ذریعہ اس کی غمازی بھی کر رہی ہے مگر میری زبان پر کوئی ایک کلمہ نہیں آسکتا جو خدا کی دی ہوئی تعلیم اور اس کی رضا کے خلاف ہو بلکہ میں ہر حال میں اس کی تقدیر پر صابر و شاکر ہوں۔

اور آپ زبان سے جزع فزع کرنے یا بال نوچنے یا چھاتی پیٹنے یا خدا کی تقدیر

کے متعلق کوئی اعتراض کا کلمہ زبان پر لانے کو ایسی نفرت اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے کہ ایک دفعہ جب بعض عورتوں نے کسی اپنے عزیز کی وفات پر ناجائز جزع فزع کیا اور اپنی زبان سے بعض نامناسب کلمات نکالے تو آپ نے سخت غصہ کیا اور فرمایا کہ "جاؤ اور ان کے منہ میں مٹی بھر دو۔" یہ اسلئے تھا کہ آپکی تمام توجہ کا مرکزی نقطہ خدا کی ذات تھی اور آپ اس پختہ ایمان پر قائم تھے کہ انسان کی اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ جب کہ اس نے اس دنیا کے اعمال کا پھل پانا اور خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ چنانچہ جب آپ کا آخری بچہ اور ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد فوت ہوا اور فوت بھی ایسے وقت میں ہوا کہ جب خدا کے متواتر الہامات کے ماتحت خود آپ بھی اپنی زندگی کے آخری دن گن رہے تھے تو آپ نے کمال ہمت اور کمال صبر کے ساتھ فرمایا:۔

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر
برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا
بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

دیکھو ان اشعار میں بھی بعینہٖ انہی جذبات کا اظہار ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچے حضرت ابراہیمؑ کی وفات پر ظاہر فرمائے یعنی ایک طرف گہرے قلبی غم کا اظہار ہے۔ جو ایک فطری امر ہے اور دوسری طرف خدا کی تقدیر پر کامل صبر و رضا کا مقام ہے جو توحید کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور جب مبارک احمد کی وفات کا سن کر بعض احباب بیرونجات سے افسوس کے لئے قادیان آئے۔ اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان کے ساتھ ایسے ایمان افروز رنگ میں گفتگو فرمائی کہ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ حضور کی یہ گفتگو سن کر خلیفہ رجب دین صاحب مرحوم نے جو خواجہ کمال دین صاحب مرحوم کے خسر تھے۔ حیران ہو کر کہا کہ:۔

"حضرت ہم تو آپکو تسلی دینے آئے تھے۔ اور آپ ہمیں تسلی دے رہے ہیں!"

مگر اسلامی صبر و رضا کے بارے میں ایک اور بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے اور وہ یہ کہ ... دقت کے ...

کے دھکے کا ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے ورنہ بعد میں تو ہر انسان کو آہستہ آہستہ صبر آ ہی جاتا ہے اور دلوں کے گہرے گھاؤ بھی کچھ وقت کے بعد مندمل ہو جاتے ہیں۔ پس اسلامی تعلیم کے مطابق حقیقی طور پر صابر انسان وہی سمجھا جائے گا جو کسی مصیبت کے ابتدائی دھکے کے وقت صبر کرتا اور رضا بالقضاء کے مقام پر قائم رہتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گذرے جہاں ایک عورت اپنے بچے کے مرنے پر بڑی بے صبری کا اظہار کر کے ناجائز جزع فزع کر رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا "مائی صبر کرو خدا تمہیں اس صبر کا اجر دے گا"۔ اس جاہل عورت نے سامنے سے کہا "تمہارا بچہ فوت ہوتا تو تب تمہیں پتہ لگتا"۔ آپؐ اس کی حالت کو دیکھ کر وہاں سے خاموشی کے ساتھ چلے آئے اور غالباً دل میں فرماتے ہوں گے کہ یہ نالائق کیا جانے کہ میرے کتنے بچے فوت ہو چکے ہیں؟۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے تو اس عورت کو لوگوں نے بتایا کہ "یہ تو نے کیا جواب دیا یہ تو رسول پاک تھے" اس پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا "یا رسول اللہ میں صبر کرتی ہوں"۔ آپؐ نے فرمایا:۔

الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ

"یعنی اصل صبر تو وہ ہے جو انسان کسی صدمہ کے ابتدائی دھکے کے وقت دکھاتا ہے"

اور یہی صحیح صورت ہے ورنہ جب کسی نے جزع فزع کر کے اور چیخ و پکار سے اپنے دل کی بھڑاس نکال کر صبر کیا تو وہ صبر کس کام کا؟ وہ تو دراصل تھک کر اور اپنے آپ کو بے بس پا کر ہتھیار ڈالنے والی بات ہے پس میں اپنے عزیزوں اور دوستوں اور جماعتی بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ صحیح اسلامی صبر کے مقام پر قائم رہیں۔ اور ایسا کامل صبر دکھائیں جو قرآن نے سکھایا ہے اور جس کا ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پھر ہمارے سردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگیوں میں بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ اسلام فطرت کا مذہب ہے وہ نہ تو طبعی غم کے واجبی اور جائز اظہار سے روکتا ہے اور نہ ایسی جزع فزع اور ایسی چیخ و پکار کی اجازت دیتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان توحید کے مرکزی نقطہ سے متزلزل ہو جائے۔ اور وہ سچا صبر یہی ہے جس پر رسول پاک (فداہ نفسی) قائم تھے یعنی:۔

العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

اور یہ وہی صبر ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس مصرع میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اور یقیناً یہ وہی صبر ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ:۔

اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ربوہ

۱۵ جون ۱۹۵۹ء

عیدُ الاضحیٰ کے احکام

احادیث نبویؐ کی روشنی میں

محمد شفیع اشرف

(۱)

عید الفطر اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا انعام ہے جو رمضان المبارک کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ عید الفطر کے دن گذرے تو عید الاضحیٰ ہمارے لئے شادمانی اور فرحت کا پیغام لے کر پہنچی اور ہمیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک موقعہ عطا ہوا کہ ہم ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دین، قوم اور ملک کی خدمت اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کا ایک بار پھر عہد اور عزم کریں۔ یہ عہد اور عزم بھی مسرت اور بشاشت کے ساتھ خدا کی راہ میں قربانی دینے اور سجدات شکر بجا لانے سے ہی صحیح طور پر کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ یہ دونوں دن اسلامی سال کے باقی دنوں سے ممتاز ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر اس کے بندوں کے ظاہر پر بھی ہو اور اَمّا بنعمۃ ربک فحدث کا منشاء بھی یہی ہے۔ اس لئے ان دونوں دنوں میں حتی الامکان عام دنوں کی نسبت ظاہر کا بھی زیادہ اہتمام ضروری ہے۔ اور جس طرح دوسرے اجتماعات مثلاً جمعہ وغیرہ کے لئے حکم ہے ان میں بھی نہا دھو کر صاف ستھرے اور اُجلے کپڑے پہننے چاہئیں اور خوشبو وغیرہ لگانی چاہیئے۔ اس سے ان مواقع پر نہ صرف ظاہر و باطن میں ایک خوشگوار موافقت پیدا ہو کر مفید اور بہتر نتائج پیدا ہوتے ہیں بلکہ اسلامی اجتماع کا ایک خاص اثر اور رُعب بھی قائم ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو ضروری حد تک [illegible] میسر نہ ہو تو اس کے رشتہ داروں دوستوں اور ہمسایوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور کسی مناسب رنگ میں ایسا انتظام کرنا چاہیئے جس سے ایسا شخص بھی سہولت کے ساتھ اپنے ظاہری ضروری آراستگی کا سامان کر کے عید کی نماز میں شرکت کر سکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عورتوں کو نمازِ عید کے لئے جانے کی تلقین فرمائی تو ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بعض اوقات ہم میں سے کسی کے پاس ایسے مواقع پر اوڑھنی بھی نہیں ہوتی اس لئے اگر وہ نہ جا سکے تو کوئی حرج تو نہیں۔ تو حضورؐ نے نہایت لطیف انداز میں فرمایا کہ:۔

لتلبسہا صاحبتہا من جلبابہا فلیشہدن الخیر۔

کہ اس کی کوئی سہیلی اس کے لئے اوڑھنی کا انتظام کر دے تاکہ وہ بھی نیکی کے کام میں شریک ہو سکے۔"

(۲)

اس قسم کے اجتماعات سے ایک فائدہ اسلامی سوسائٹی اور اسلامی معاشرہ کا ایک خاص اثر قائم کرنا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے عید کی تمام تقریبات اس طرز پر ادا ہونی چاہئیں جس سے اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد کے علاوہ یہ چیز بھی زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ آپ کھلے میدان میں نماز پڑھا کرتے تھے اور وہاں تک پیدل جایا کرتے تھے۔ اور پھر جس راستے سے تشریف لے جاتے تھے آتے وقت اس سے مختلف راستہ اختیار فرماتے۔ اسی طرح آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا طریق تھا کہ عید کی نماز کو جاتے وقت راستہ میں بلند آواز سے یہ تکبیرات پڑھتے جاتے:۔

اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الٰہ الا اللہ۔ واللہ
اکبر اللہ اکبر وللہ
الحمد۔

یہ تکبیریں خاص طور پر ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کی فجر کی نماز سے ۱۳ تاریخ کی نماز عصر تک فرضوں کے با جماعت ادا کرنے کے بعد کہنی چاہئیں۔ ویسے ان تکبیروں کو صرف انہی اوقات سے وابستہ اور محدود کر دینا درست نہیں بلکہ اصل مقصد ایسے مواقع پر تکبیر و تحمید کو زیادہ سے زیادہ وسعت اور کثرت دینا ہے۔

(۳)

عید الفطر کے دن یہ مسنون امر ہے کہ نمازِ عید سے قبل کچھ نہ کچھ کھا لیا جائے لیکن عید الاضحیٰ کے موقعہ پر نمازِ عید سے پہلے کچھ نہیں کھانا چاہیئے۔ حضرت ابن بریدہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے لئے تو کچھ کھائے بغیر نہ جاتے لیکن عید الاضحیٰ کے موقعہ پر جب تک نمازِ عید سے فارغ نہ ہو لیتے کچھ تناول نہ فرماتے۔ یعنی ناشتہ تک نہ کرتے۔

(۴)

خواتین کو بھی ایسے اجتماعات میں ضرور لے کر جانا چاہیئے۔ اس طرح نہ صرف ان کی تربیت مقصود ہے۔ بلکہ ایک غرض یہ بھی ہے کہ اسلامی سوسائٹی کے تمام افراد زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لا سکیں۔ اور اس کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ جذب کرنے کا موجب بنیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے

(۵)

عید اور اسی قسم کے دوسرے اجتماعات میں دوسروں کے آرام کا بہت خیال رکھنا چاہیئے۔ آتے جاتے وقت یا نماز کے وقت ہجوم میں کسی دوسرے کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ بلکہ اگر کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو ایسی اشیاء جن سے کسی وقت بھی کسی دوسرے شخص کو کسی معمولی سی تکلیف یا نقصان کا احتمال بھی ہو ساتھ نہیں لے جانی چاہئیں حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں "ما یکرہ من حمل السلاح فی العید" کا باب باندھ کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۶)

عید کے موقعہ پر صدقہ و خیرات بھی کرنی چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص تلقین فرمائی ہے۔ عید ہی کے موقعہ پر ایک دفعہ حضور نے عورتوں سے خاص طور پر چندہ

کی تحریک فرمائی تو عورتوں نے اپنے زیورات تک دیدئے اور حضرت بلالؓ کی چادر بھر دی۔ ہماری جماعت میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے ہی اسی غرض کے پیش نظر "عید فنڈ" کی تحریک جاری ہے جو اس موقعہ پر ہر کمانے والے سے کم از کم ایک روپیہ کے حساب سے وصول کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ "عید فنڈ" خالص مرکزی چندہ ہے۔ اور اس کی ساری رقم مرکز کو بھجوانی ضروری ہے۔

(۷)

چونکہ عید خوشی کا دن ہے اس لئے زائد عبادتوں کے علاوہ اگر اس دن اپنے اپنے ملک اور علاقہ کے رواج کے مطابق جس کی شریعت اجازت دیتی ہو خوشی کا کوئی اور طریق بھی اختیار کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضور کے زمانہ میں عید کے موقعہ پر بعض حبشیوں کے گتکے وغیرہ کی کھیلوں کا تفریحی مظاہرہ کیا تو حضور نے بھی اسے ملاحظہ فرمایا۔ ہمارے ملک میں بھی کھیلوں اور دعوتوں وغیرہ کا رواج ہے۔

(۸)

عید الاضحیٰ کی نماز عید الفطر سے جلد پڑھی جاتی ہے کیونکہ اس کے بعد قربانیاں کرنی ہوتی ہیں۔ . . . .

. . . .

. . . .

عید الفطر کی نماز کا وقت اس وقت ہے کہ جب سورج دو نیزہ کے برابر چڑھ آئے اور عید الاضحیٰ کا وقت ایک نیزہ کے برابر سورج بلند ہونیکا ہے۔ آج کل مختلف مقامات پر حالات کے مطابق ایک دن پہلے ہی معین وقت کا اعلان ہو جاتا ہے۔ اسی کی پابندی ضروری ہے۔

(۹)

نماز عید کے لئے اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔ صلوٰۃ عید کا طریق یہ ہے کہ دو رکعت نماز اس طرح باجماعت پڑھی جاتی ہے کہ جب امام تکبیر تحریمہ کہے تو اس کے بعد ثناء پڑھے۔ پھر پہلی رکعت میں قرأۃ سے قبل سات تکبیریں کہے ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں۔ جیسے نماز کے شروع میں اٹھائے جاتے ہیں۔ مگر فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ اول تکبیر میں تو تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ مگر ان تکبیروں میں ہاتھ اٹھانے کے بعد کھلے چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ اور آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر قرأۃ یعنی سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے دوسری رکعت میں قرأۃ شروع کرنے سے پیشتر پانچ تکبیریں اسی طرح کہی جائیں۔ یہ امر بھی مسنون ہے کہ ان دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ یا سورۃ ق اور سورۃ القمر کی تلاوت کی جائے۔

(۱۰)

اس عید کو عید الاضحیٰ یا عید الاضحیہ کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ یہ قربانیوں کی عید ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں اس دن مسنونہ قربانی گزارنے کی تاکید آئی ہے۔ اگر گھر کا ایک ہی فرد کمانے والا ہو تو اسکی قربانی گھر کے باقی افراد کی طرف سے بھی سمجھی جاتی ہے۔ قربانی کیلئے بکرا۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ گائے اور اونٹ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ گائے اور اونٹ کی قربانی میں علی الترتیب سات اور دس افراد بیک وقت شرکت کر سکتے ہیں۔

یہ قربانی نماز عید سے قبل نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ بعد از نماز ہونی چاہیئے ورنہ اس کی حیثیت عید کی خاص قربانی کی نہیں رہے گی۔ بلکہ عام صدقہ کی ہو گی۔ قربانی والا جانور صحیح سالم۔ تندرست اور عمر کا پورا یعنی بالعموم کم از کم دو دانت والا ہونا چاہیئے۔

یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ قربانی دینے والا خود اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرے۔ عید کے روز سے تین دن تک قربانی ہوتی ہے۔ لیکن خاص استثنائی حالات میں۔ اسکے بعد بھی جواز کا پہلو ہے۔ اسی طرح میت وغیر حاضر کی طرف سے بھی قربانی دی جا سکتی ہے۔ قربانی کا گوشت خود کھائیے۔ ذخیرہ کیجئے۔ دوستوں اور مساکین میں تقسیم کر دیجئے۔ سب صحیح اور درست ہے۔

قربانی کی کھالوں وغیرہ کو اجرت میں نہیں دینا چاہئے۔ بلکہ یہ بھی مستحقین میں تقسیم کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح انہیں فروخت کر کے انکی رقم کا ایک حصہ مقامی مستحقین میں تقسیم کے علاوہ مرکز کو بھی بھجوانا ہماری جماعت کا دستور ہے۔

یہ امر خاص طور پر ملحوظ رہے کہ ان قربانیوں کا تمام تر مقصد در اصل سنتِ ابراہیمی کے تحت اپنے آپکو۔ اپنی اولاد کو اپنی جان، مال، عزت اور وقت غرضیکہ ہر شئے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینے کا تصویری زبان میں ایک عہد ہوتا ہے۔ جس کے لئے سب سے مقدم اور اہم چیز تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت کے ساتھ قرآن شریف میں خاص اس امر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

لن ینال اللّٰہ لحومھا
ولا دماءھا ولکن
ینالہ التقویٰ منکم

کہ اللہ تعالیٰ کو ان قربانیوں کے گوشت اور لہو سے قطعاً کوئی سروکار نہیں جو چیز اسے محبوب اور مقصود ہے۔ وہ انسان کے دل کی پاکیزگی اور تقویٰ ہے۔ پس قربانی کرتے وقت انسان کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور در اصل اپنے نفس کو قربان کرتے ہوئے یہ کام کرنا چاہئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

بکری بھیڈ خدا دی راہ وچ کٹھنا ہے کی مشکل
جے کوئی نفس دنی نوں کُہوے تاں سچی قربانی

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں بکری اور بھیڑ کی قربانی دینا تو کوئی مشکل اور اہم امر نہیں ہے۔ سچی قربانی تو تب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس کی اصلاح کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنے کے لئے آگے آ جائے۔

(۱۱)

ذوالحجہ کی دسویں۔ گیارھویں بارھویں اور تیرھویں تاریخوں کے دن کھانے پینے اور ذکر اللہ کے ہیں انہیں "ایام تشریق" کہتے ہیں حدیث میں ان دنوں کے روزے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ ان ایام میں دعاؤں اور نوافل اور زائد عبادتوں پر زور دینے کے علاوہ بزرگوں دوستوں رشتہ داروں اور ہمسایوں وغیرہ کو دعوت وغیرہ پر بلانا اور انہیں حسب استطاعت تحائف و ہدایا وغیرہ دینے چاہئیں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانی محبت کے باہم ترقی کرنے کا ایک ذریعہ ہدایا اور تحائف کے باہمی تبادلہ کو بھی بتایا ہے۔ اسی طرح ساکین اور مستحق افراد کو بھی اپنے اپنے حالات کے مطابق کھانا وغیرہ کھلوانے کا اہتمام ہونا چاہیئے

(۱۲)

عید گاہ میں نماز عید سے قبل سنت یا نفل نماز پڑھنا درست نہیں۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اسی طرح نماز کے بعد خطبہ بھی نماز کا حصہ ہوتا ہے اس کو بھی پوری توجہ سکون اور خاموشی کے ساتھ سننا مقتدیوں کے لئے نماز ہی کی طرح ضروری ہے

(۱۳)

عید الاضحیٰ اور اس سے پہلے ان یعنی یوم الحج کو اسلام میں نہایت درجہ مبارک اور مسعود قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ بعض خاص روایات اور خاص عبادات اس سے وابستہ ہے اور جیساکہ خود اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق بعض خاص اوقات کو دعاؤں کی قبولیت سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح ان دونو دنوں کو بھی یہ مبارک اور اہم خصوصیت حاصل ہے۔ پس دوستوں کا فرض ہے کہ وہ حج اور عید کے مبارک دنوں کی مبارک گھڑیوں کو ان کے تمام احکام اور آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے سوتے جاگتے خاص دعاؤں میں گذاریں اور ان دعاؤں میں اسلام کی مجموعی ترقی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ کی صحت و شفایابی کو آج کل خاص اہمیت دی جائے۔

دعوت ولیمہ

ربوہ۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ نے مؤرخہ ۱۶ جون ۱۹۵۹ء بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب اپنے بھانجے مہر دین صاحب ولد مکرم حکیم فضل کریم صاحب سوہادی ضلع سیالکوٹ کی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ جس میں متعدد مقامی احباب شریک ہوئے۔ ان کی شادی ہمراہ سلیمہ بیگم صاحبہ بنت مکرم میاں جیون خانصاحب مؤرخہ ۱۴ جون کو عمل میں آئی تھی۔ دعوت طعام کے اختتام پر مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر طرح خیر و برکت کا موجب بنائے۔ آمین۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ نفس کرتی ہے

عید الاضحیٰ کے متعلق مسائل

(از مکرم مولوی قمر الدین صاحب مولوی فاضل)

عید الاضحیٰ جسے عوام الناس عید الضحیٰ کہتے ہیں۔ قربانیوں کی عید کو کہتے ہیں۔ زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ ما ھذہ الاضاحی۔ یہ قربانیاں کیا ہیں۔ قال سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام۔ فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی اتباع ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک خواب کی بنا پر خدا کو خوش کرنے کے لئے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور قریب تھا کہ اپنے عزیز فرزند کو ہاں وہ بیٹا جسے بڑھاپے کی عمر میں خدا نے دیا تھا ذبح کر ڈالتے تاکہ خدائی امتحان میں پاس ہو جائیں۔ خدا نے الہاماً اس فعل سے روک دیا وفدینٰہ بذبح عظیم کہ اس کے بدلے ایک بڑی قربانی جاری ہو گئی۔ اب لاکھوں کروڑوں قربانیاں محض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیکی اور قربانی کے تذکرہ اور یاد کے لئے کی جاتی ہیں۔

قرآن کریم نے یہ بھی فرما دیا لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم کہ اے لوگو! تمہاری قربانیوں کے گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتے۔ خدا کو تو جو چیز تمہارے دل میں ہے یعنی تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ پس قربانی کرتے وقت خدا کے فرمان کو نہیں بھولنا چاہیئے۔

واضح رہے کہ قربانی (۱) اونٹ (۲) گائے بھینس (۳) غنم یعنی بکری۔ دنبی۔ اور بکرا دنبہ۔ چھترا وغیرہ سے ہو سکتی ہے احناف کے نزدیک اونٹ پانچ سال کا ہو اور چھٹے سال میں قدم رکھے۔ اور گائے بھینس دو سال کی ہوں تو قربانی ہو سکتی ہے۔ اور بکرا دنبہ۔ چھترا پورے سال کا ہو تو قربانی ہو سکتی ہے۔ البتہ مجبوری میں کہ پوری شرط کا جانور نہ مل سکے۔ یعنی بکرا اگر سال کا نہیں تو دنبہ۔ چھترا چھ ماہ والے کا بھی کیا جا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ مسلمؒ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹) کہ اے لوگو قربانی میں مُسِنّہ ذبح کرو۔ مگر یہ کہ تمہارے لئے ایسا جانور ملنا مشکل ہو جائے اس صورت میں تم چھ ماہ کا دنبہ ذبح کر سکتے ہو۔ مُسِنّہ وہ جانور ہے جسے پنجابی میں دوندا کہتے ہیں۔ چھ ماہ کا دنبہ قربانی ہو سکتا ہے مگر بکرا یا بکری نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور سوال پیش ہوا۔ ایک سال کا بکرا قربانی کے لئے جائز ہے؟

جواب:۔ مولوی صاحب سے پوچھ لو اہلحدیث اور حنفاء کا اس میں اختلاف ہے مولوی صاحب (مراد حضرت خلیفہ اوّل رضؓ) کی تحقیق یہ ہے کہ دو سال سے کم کا بکرا قربانی کے لئے اہلحدیث کے نزدیک جائز نہیں۔ (البدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء)

سوال۔ ایک شخص نے حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ اگر جانور مطابق علامات مذکورہ در حدیث نہ ملے تو کیا ناقص کو ذبح کر سکتے ہیں

جواب:۔ فرمایا۔ مجبوری کے وقت تو جائز ہے۔ مگر آجکل ایسی مجبوری کیا ہے انسان تلاش کر سکتا ہے اور وہ کافی ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ حجت کرنا یا تساہل کرنا جائز نہیں۔ (البدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء)

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"قربانی تو قربانی کرنے سے ہی ہوتی ہے مسکین فنڈ میں دینے سے نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ رقم کافی ہے تو ایک بکرا قربانی کرو۔ اگر کم ہے اور زیادہ کی توفیق نہیں تو تم پر قربانی کا دینا فرض نہیں ہے"

نیز سوال ہوا۔ کہ قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"صدقہ کے واسطے مسلم یا غیر مسلم کی قید ضروری نہیں۔ کافر محتاج مسکین کو بھی صدقہ دیا جا سکتا ہے دنیاوی دعوت کے واسطے بھی جائز ہے کہ تالیف قلوب کے واسطے غیر مسلم کو دعوت کی جائے"

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۲۵)

یہ بھی یاد رہے کہ قربانی کا جانور ناقص نہیں ہونا چاہیئے۔ خدا کی راہ میں پسندیدہ چیز کی قربانی ہونی چاہیئے۔ قرآن کریم میں آیا ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ کہ اے لوگو تم کامل نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے۔ یہاں تک کہ خدا کی راہ میں وہ چیز خرچ کرو جو تمہیں محبوب ہے اندریں صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قربانی لنگڑی یا کانی یا بیمار یا ایسی دُبلی کہ جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو جائز نہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)

گویا قربانی کا جانور خوب فربہ اور خوبصورت ہونا چاہیئے۔ مقصود یہ ہے کہ اے خدا ہم تیری راہ میں اپنی محبوب اشیاء قربانی کرتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنی جان جو سب سے زیادہ ہمیں محبوب ہے کسی وقت قربان کرنی پڑے تو تیری رضا کے حصول کے لئے ہمیں اس سے بھی دریغ نہ ہوگا۔

ہمارے احباب کو چاہیئے کہ قربانی کو چٹی کے طور پر نہیں بلکہ اعلےٰ عبادت سمجھ کر خدا کی راہ میں کی جائے اور ابراہیمی سنت کو ادا کیا جائے۔ فافہم ؛

مسابقت کی روح کا پس منظر

قرآنی حکم "فاستبقوا الخیرات" میں کیا حکمت ہے۔ کیوں نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر بعنوان "نظام نو" کا ایک فقرہ ہی کافی ہے۔ تحریک جدید اور وصیت کی تاکید فرما کر حضور نے فرمایا:۔

"پس جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے" ظاہر ہے کہ کسی دوڑ میں شریک ہونے کی خواہش ایک عقلمند کے دل میں صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے۔ کہ سب سے آگے نکل جائے اور انعام پائے — اور یہی غرض مالی قربانیوں میں حصہ لیتے وقت ہمارے مدنظر رہنی چاہیئے۔ اس وقت تمام قومیں اپنے اپنے نظام کی فتح کے لئے کوشاں ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کی تمام تر مساعی اسلام کی فتح کے لئے وقف ہیں — گویا ایک دوڑ کا منظر ہے جس میں جیتنا مقصود ہے۔ پس تحریک جدید کا ہر مجاہد حضور کے اس ارشاد کو بار بار پڑھے:۔

"جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے"

(وکیل المال تحریک جدید۔ ربوہ)

محترم خانصاحب مولوی فرزند علی خانصاحب کی وفات پر

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی قرارداد تعزیت

محترم خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کی وفات پر مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے حسب ذیل قرارداد تعزیت پاس کی ہے۔

"مجلس عاملہ مرکزیہ کا اجلاس محترم خانصاحب مولوی فرزند علی خانصاحب کی وفات پر دلی افسوس اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

محترم خانصاحب کی تمام تر زندگی قربانی، اخلاص اور خدمت دین کا ایک ایسا شاندار نمونہ تھی۔ جو جماعت کے تمام نوجوانوں کے لئے دینی فرائض کو ادا کرنے کی غرض سے ہمیشہ مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ محترم خانصاحب کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے تمام اعزہ و اقربا کا خود حافظ و ناصر ہو"

ضروری اطلاع

مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی مربی ضلع گجرات ۳۰ اپریل ۵۹ء سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اب وہ سلسلہ کے کارکن کی حیثیت سے کسی جگہ متعین نہیں ہیں۔

(ناظر اصلاح و ارشاد)

ربوہ میں ایک باموقع سکنی اراضی قابل فروخت ہے:۔

صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی ایک کنال اراضی واقعہ محلہ باب الابواب ربوہ قطعہ ۱۲ بلاک ۲ قابل فروخت ہے۔ اراضی باموقع ہے۔ ڈی آئی ہائی سکول اور ٹی آئی کالج کے نزدیک ہے۔ خواہشمند احباب قیمت کے بارہ میں بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت ناظم جائیداد سے تصفیہ فرمائیں۔

(ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

مساجد فنڈ کی تحریک کے ساتھ بڑی برکات وابستہ ہیں

ارشادات حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"یہ کام ایسا ہے جس کے ساتھ بڑی برکات وابستہ ہیں۔ مگر اس کے لئے ایسا طریقہ نکالا گیا ہے جو کسی پر گراں نہیں گذرتا ورنہ کسی کو کوئی خاص بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر کسی کے لئے یہ کام بوجھل بنتا ہے تو اس کی دو ہی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ اسے ثواب دینا چاہتا ہے یا یہ کہ خدا تعالیٰ اس کا امتحان لینا چاہتا ہے۔"

"بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر اسلام کی تبلیغ کا ایک نہایت ہی کامیاب ذریعہ ہے تعمیر مساجد کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے پوری جدوجہد کرو۔"

"آئیے ہم خدا کے گھروں کو آباد کریں۔ وہ خود ہمارے گھروں کی حفاظت کرے گا۔"

(وکیل المال تحریک جدید۔ ربوہ)

قائدین خدام الاحمدیہ علاقائی و اضلاع توجہ فرمائیں

جیسا کہ اس سے قبل بذریعہ خطوط اطلاع دی جا چکی ہے۔ قائدین علاقائی و اضلاع کی ماہانہ رپورٹیں زیادہ سے زیادہ پندرہ تاریخ تک مرکز میں پہنچ جانی ضروری ہیں۔ ابھی تک بہت کم قائدین نے رپورٹ بھجوائی ہے۔ اس اعلان کے ذریعہ جملہ قائدین اضلاع و علاقائی سے جنہوں نے ابھی تک ماہ مئی کی رپورٹ نہیں بھجوائی۔ درخواست ہے کہ براہ کرم جلد تر مطلوبہ رپورٹ بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ (نائب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

پاکستان میں ایئر فورس ٹیکنیکل برانچ

مشروط۔ ڈگری مکینیکل یا الیکٹریکل انجینئرنگ یا ایم۔ ایس سی فزکس یا بی ایس سی (فزکس و ریاضی یا کیمسٹری و ریاضی یا فزکس و کیمسٹری) عمر ۲۱ ½ تا ۳۰ امیدواران اگست ۵۹ء کے دوران نزدیک ترین پی۔ اے۔ ایف ریکروٹنگ آفس میں حاضر ہو کر درخواست کریں۔ (پ۔ ر۔ ٹ ۱۱/۶/۵۹) ناظر تعلیم

درخواستہائے دعا

(۱) میری بھاوجہ اہلیہ شیخ رشید احمد صاحب مبلغ ڈچ گی آنا چند روز سے سخت بیمار ہیں۔ اور ان کا خورد سالہ بچہ بھی بیمار ہے۔ جملہ احباب ہر دو کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ (شیخ رفیق احمد ابن شیخ ماسٹر احمد علی صاحب سابق سٹیشن ماسٹر حال ربوہ)

(۲) برادرم ملک عبدالمجید صاحب انجینئرنگ سکول رسول کی فائینل کلاس کا امتحان ماہ جون کے آخر میں دے رہے ہیں۔ تمام احباب جماعت کی خدمت میں کامیابی اور دین و دنیا کی ترقی کے لئے درخواست دعا ہے۔

(۳) بعض میرے ایک عزیز ہیں وہ ایک مقدمہ میں ماخوذ ہیں۔ احباب ان کی بریت کے لئے دعا فرمائیں۔ (محمد اکبر افضل مجاہد مربی سلسلہ احمدیہ مقیم چکوال ضلع جہلم)

(۴) خاکسار کے بہنوئی محترم جناب خواجہ عبدالمجید صاحب آف ڈیرہ دون و برادر اصغر عزیزم معین الرشید صاحب ہاشمی پندرہ روز سے بخار میں مبتلا ہیں احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ (ہارون رشید الرشد بی اے (پارٹنر) الرشد اینڈ سنز لطیف بلڈنگ آؤٹ ریم روڈ کراچی ۳)

(۵) میرے والد ماجد محمد علی خان اشرف موصی و صحابی بعارضہ پرانا نزلہ و کھانسی بیمار رہتے ہیں اسی طرح میری اہلیہ نیاز بیگم اور میرا بچہ عزیزی مبارک علی خان بھی کئی دن سے بعارضہ نزلہ و کھانسی بیمار ہیں۔ اور بندہ خود مالی مشکلات کی وجہ سے پریشان ہے۔ احباب سے ان سب کی صحت یابی اور میری مالی مشکلات دور ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (احمد علی پٹواری دفتر تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ)

(۶) بندہ نے امسال بی۔ اے کا امتحان دیا ہوا ہے۔ نیز بندہ بعض گھریلو مشکلات میں مبتلا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ اور مشکلات دور فرمائے۔ آمین (تاج محمد تلونڈی کھجوروالی ضلع گوجرانوالہ)

نارتھ ویسٹرن ریلوے

نوٹس

مندرجہ ذیل سٹیشن پر یکم جولائی ۱۹۵۹ء سے ۳۰ جون ۱۹۶۰ء کے درمیانی عرصہ میں ریلوے کے معیاری نمونے و مندرجہ ورکس ہینڈ بک ۱۹۲۸ء نمونہ نمبر ۸ بلمہ برک مینوفیکچر) پیرا نمبر ۶ و ۷ کے مطابق درجہ دوم کی اینٹوں کی فراہمی کے لئے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے ملتان کو ۲۲ جون ۵۹ء کے بارہ بجے دوپہر تک ٹنڈر بول ریٹ کے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔ یہ ٹنڈر اسی روز سوا بارہ بجے سب کے سامنے کھولے جائیں گے۔

نمبر شمار	سٹیشن جہاں اینٹیں فراہم کرنی ہیں	سب ڈویژن	تعداد کا تخمینہ	زرضمانت
۱	پاکپتن	ملتان	۵۰۰۰۰۰ (پانچ لاکھ)	۵۰۰/- روپے

۲۔ ٹنڈر لازمی طور پر مقررہ فارموں پر داخل کئے جائیں یہ فارم دستخط کنندہ ذیل کے دفتر سے ۲۲ جون ۵۹ء کے دس بجے صبح تک ایام کار میں سے کسی روز بھی اس ڈویژن کے منظور شدہ ٹھیکیداروں کے لئے ایک روپیہ فی فارم اور غیر منظور شدہ ٹھیکیداروں کے لئے چار روپے فی فارم کے حساب سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ فارم کی قیمت واپس نہیں ہو سکے گی۔

جن ٹھیکیداروں کے نام اس ڈویژن کی منظور شدہ فہرست میں درج نہ ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ اس بارہ میں سابقہ تجربہ اور موجودہ مالی حالت سے متعلق سندات کی کسی گزیٹڈ افسر کی تصدیق شدہ نقول ٹنڈر کے ہمراہ داخل کریں۔ جن ٹنڈروں کے ہمراہ مکمل تفصیلات نہ ہوں گی وہ مسترد کر دئے جائیں گے۔

تفصیلی شرائط و کوائف درخواست پیش کر کے زیر دستخطی کے دفتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

برائے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ این ڈبلیو آر۔ ملتان

دعائے مغفرت

میرے والد مکرم چوہدری بابو خاں صاحب نے مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۵۸ء کو وفات پائی تھی۔ ان کی نعش کو اس وقت بارلوسی ضلع گجرات میں امانتاً سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۵۹ء بروز جمعۃ المبارک ان کا تابوت ربوہ لایا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں تابوت حسب وصیت مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا مرحوم گاؤں میں اکیلے اور بہت مخلص احمدی تھے سلسلہ احمدیہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

احباب جماعت بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔

عبدالستار چک ۲۲۴ گ ب ضلع لائلپور

لیڈر (بقیہ صفحہ ۲)

تاکہ ہم بھی ان کی تتبع کر کے خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ یہ قربانیاں ہم کو یاد دلاتی ہیں کہ تمام مسلمان باپ تمام مسلمان مائیں اور تمام مسلمان بیٹے اسی وقت صحیح مسلمان بن سکتے ہیں۔ جب وہ اسوۂ حسنہ کا تتبع کریں۔ اگر یہ قربانیاں ہمارے دل میں ایسے جذبات نہیں ابھارتیں اور ہم قربانی دیتے وقت یہ عہد نہیں کرتے کہ ہم ان مقدس باپ ماں اور بیٹے کی طرح اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیں گے تو سچ ہے کہ ہمارے ماہرین اقتصادیات کا مطالبہ صحیح ہے کہ ہم ان قربانیوں میں جو روپیہ صرف کرتے ہیں وہ ایسا ہی ضائع جاتا ہے جیسا کسی اور بے معنی رسم بیاہ اور شادی ختنہ وغیرہ کی رسومات میں فضول خرچیوں میں ضائع جاتا ہے اس لئے آؤ ہم ان ماہرین اقتصادیات کو شکست دیں اور انہیں دکھا دیں کہ ان قربانیوں سے جو فائدہ مسلمان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ تمہاری کفایت شعاریوں کے مقابلہ میں بے بہا ہے۔ وہ فائدہ اتنا عظیم ہے کہ اگر ہم اپنے تمام مال و متاع بھی ان کے لئے قربانیوں میں لگا دیں تو پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس فائدہ کے مقابلہ میں تمہارے خیالات ایک دمڑی کی قیمت نہیں رکھتے۔

ثواب حاصل کرنیکا ایک نادر موقعہ

ربوہ کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بعض ایسے بچے آتے ہیں جن کو ان کے لواحقین اخراجات ادا نہیں کر سکتے۔ ایسے بچوں کو مفت خوراک لنگر خانہ سے مہیا کئے جانے کا انتظام کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان بچوں کے لئے درد اور دلچسپی رکھنے والی جماعتیں اور دوست کچھ رقمیں لنگر خانہ کو بطور عطیہ ارسال کرتے رہیں ثواب حاصل کرنے کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

امید ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانے میں احباب بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(افسر لنگر خانہ)

رجسٹر نمبر ایل ۵۲۵۴